کے ساتھ ساتھ خاں صاحب کو ایڈیٹر ''لیل ونہار'' کی نوکری مل گئی۔ Progressive Papers کا دفتر میو ہسپتال
سامنے تھا۔ اسی دفتر میں سیکرٹری سرفراز صاحب نے خاں صاحب کو 21 اپریل 1959ء کو نوکری دلائی۔ قریباً دو سا
15 مارچ 1961ء تک خاں صاحب ''لیل ونہار'' کا رسالہ باقاعدگی سے نکالتے رہے اور اپنی ہوپر سائیکل پر سمن آبا
دفتر آتے جاتے رہے۔ اس کے بعد تو یو ایس آئی ایس نے خاں صاحب کو مکمل طور پر جذب کر لیا۔ حتیٰ کہ 1963
برکلے Exchange پروگرام میں امریکہ چلے گئے۔

لیکن یو ایس آئی ایس ایک بالکل نیا تجربہ۔ اس اعتبار سے تھا کہ پہلی بار خاں صاحب کے افق پر امریکہ ابھرا۔ مارلاک یو ایس آئی ایس میں وی او اے کا کرتا دھرتا تھا۔ دبلا پتلا' خوش شکل' امریکیوں کی طرح خوش مزاج آپ کو درست سمجھنے والا' ہر وقت اپنا نکتہ نظر سمجھانے پر مصر' شائستہ رُو' شائستہ زبان آدمی تھا۔ بہت بعد میں کسی نے یہ بھ لگایا کہ مارلاک دراصل سی آئی اے کا آدمی تھا اور اس کی ڈیوٹی میں خاں صاحب کو monitor کرنے کی ذمہ دار تھی۔ تب ہماری جنرل نولج اتنی نہ تھی کہ ہمیں امریکہ بہادر یا پھر سی آئی اے کی اچھی طرح سے سمجھ آ سکتی۔ ہمارے بہت تھا کہ خاں صاحب کو ایک پروگرام لکھنے اور پھر اسے ریکارڈ کرنے کے لیے 180 روپے ملتے ہیں۔ رفتہ رفتہ کچھ پروگرام لکھنے لگی اور اس طرح ہمارے پاس پیسوں کی ریل پیل ہو گئی۔

مارلاک کی وساطت سے یو ایس آئی ایس کے دفتر میں خاں صاحب کی ملاقات خواجہ سلیم سے ہوئی۔ و اے کے لیے خاں صاحب کے پروگرام ریکارڈ کرتے تھے۔ خواجہ سلیم ایک انتہائی شریف النفس' کم گو اور محبت پت انسان تھے۔ مشفق خواجہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی اس بات کا برملا ذکر نہیں کیا۔ خواجہ خورے نہ تھے اس لیے انہیں کسی قسم کے سرٹیفکیٹ دکھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ گھر آتے تو باورچی خانے میں پر بیٹھ کر چپ چاپ جو کچھ ملتا' صبر و شکر سے کھاتے۔ ان کی محبت کا اظہار لڑکیوں جیسا تھا۔ خاں صاحب کا ہاتھ کھڑے رہتے اور انہیں تکے جاتے۔ انیس ان کی طرف کھنچا جاتا۔ مجھے دیکھ کر بھابی بھابی جی کا ورد کیے جاتے۔ ان ایسی تھی جیسے اجوہ کھجوریں خالص شہد میں ڈوبی ہوتی ہیں۔

جب خاں صاحب نے ''دھوپ سائے'' بنائی تو خواجہ جی ہی اس فلم کے Recordist تھے۔ انہیں دس retake کے لیے کہا جاتا۔ ان کے ماتھے پر کبھی بل نہ پڑتا۔ ٹھنڈے میٹھے مزاج کے خاں صاحب کے چلے جانے کے خواجہ جی میرے پاس آتے رہے۔ ان کی طبیعت پر گہرے Depression کے اثرات تھے جیسے وہ اپنی ہی مٹھاس ہاتھوں عاجز آ چکے ہوں۔ افسوس جس طرح خاں صاحب ان کا ہاتھ پکڑتے تھے مجھ سے خواجہ جی کی محبت لوٹائی نہ گئی میں جو بناوٹ ہے غالباً اس کا بھید ان پر اور ان کی ڈاکٹر ناہید پر کھل گیا ہوگا۔ ہولے ہولے ان کے پھیرے کم ہوتے اور خواجہ جی بھی بغیر رسمی طور پر ملے ہم سے رخصت ہو گئے۔

خواجہ جی کے ساتھ بھائی احمد علی کی بھی اسی یو ایس آئی ایس میں ملاقات ہوئی۔ جس قدر خواجہ جی دھیرج تھے اسی قدر بھائی احمد علی بلند بانگ' رولا رپا اور اپنی منوانے والے تھے۔ رام پور سے ہجرت کر کے یہ غیرت مند پٹھان لاہور پہنچا تھا۔ غالباً سب سے زیادہ وہ خاں صاحب سے وابستہ تھے۔ وہ گھر آتے تو سب کو follow on کا حکم

بھی مجھے بھابی جی کہتے نہ تھکتے۔ انہیں سیخ کباب بنانے میں بڑی مہارت تھی۔ ان کے آنے پر باورچی خانہ ان جاتا۔ وہ قیمہ ساتھ لاتے۔ اس میں کچھ بالائی ملاتے۔ تھوڑا قیمہ ابال کر ڈالتے۔ کسی کو کبابوں کی انگیٹھی جازت نہ ہوتی۔ بڑے لذیذ کباب بناتے اور سب سے پہلے خاں صاحب کو چکھاتے اور صرف انہیں ہی کہ وہ پنکھا لے کر کبھی کبھی انگیٹھی سے شعلے اٹھا دیں۔ وہ دور نہ جانے کب ختم ہو گیا۔

یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ بھائی احمد علی نے لاہور کالج میں ایک دکان کھولی جسے پی آئی اے نے Sponsor کیا سامان رعایتی قیمتوں پر مہیا کرتا تھا۔ خاں صاحب کے چلے جانے کے بعد بھائی احمد علی سے رابطہ قائم ہے لیکن سلوک، استقامت اور محبت نہ تھی جس سے رشتے ناطے سیراب ہوتے ہیں۔

یو ایس آئی ایس کی بدولت ہی 1963ء میں پہلی بار خاں صاحب امریکہ گئے۔ یہ Berkeley پروگرام تھا۔ اس میں چند لکھاری پاکستان کی طرف سے بریڈ فورڈ گئے۔ انہیں وہاں جا کر کچھ لکھنے لکھانے کی ریکارڈنگ کا فن سکھانے کی کوشش کی جانے والی تھی۔ امریکہ کے وہ دانشور جو اس پروگرام کے کرتا دھرتا تھے ہمیشہ کی طرح یہ پروگرام بہت ابتدائی رکھا۔ امریکی یہ سمجھتا ہے کہ کالا آدمی سرے سے کچھ نہیں جانتا اور اسے دکھا کر یہ بھی بتانا چاہیے کہ ''غائب علموا یہ مائیکروفون ہے۔ اس سے آواز ریکارڈ کی جاتی ہے۔'' یہ Creative کی کلاس کی تھی۔ خاں صاحب کے لیے جو کئی پروگرام ریڈیو پر کر چکے تھے، جو صاحب کتاب بھی تھے اور جو رسالہ ''داستان گو'' نکالتے رہے تھے اور ''لیل و نہار'' کے ایڈیٹر رہ چکے تھے۔ ان کے لیے یہ ساری پریکٹس دوسرے ممالک اور ادیبوں سے دوستی کے لیے یہ عہد بار آور ثابت ہوا۔

جن دنوں خاں صاحب برکلے پروگرام پر گئے، وہ گھر کی دیکھ بھال کے لیے ظفر کو تاکید کر گئے۔ ظفر خاں کے رشتہ دار، دوست اور رازداں بھی تھے۔ درمیانہ قد، گوری رنگت، ذرا بھاری جسم والے ظفر کو بچے انکل ظفر کہتے رعایت سے میں اور خاں صاحب بھی انہیں انکل ظفر ہی کہا کرتے تھے۔ بھاری چہرے پر موٹے شیشوں والی کرتی جس سے ان کا چہرہ بہت سنجیدہ لگتا۔ ظفر جوانی میں نہ بوڑھے تھے نہ جواں۔ انہیں اپنی کسی رشتہ دار لڑکی سے جو کسی اور شخص کے عشق میں مبتلا تھی۔

ظفر جب بھی میرا اور بچوں کا حال چال پوچھنے آتے کبھی برآمدے سے آگے نہ بڑھتے۔ بچوں سے رسمی گفتگو اتی تو جہانگیر پر مرکوز کر کے پوچھتے: ''کلیجی کھائی؟''

وہ نفی میں سر ہلاتا۔

''خدا کے لیے قدسیہ آپا اسے کلیجی کھلائیں۔ یہ ضد کر کے تو کلیجی نہیں مانگ سکتا۔''

میں ان سے کہنا چاہتی کہ ظفر اپنی ذہنی عیاشی ترک کر کے شادی کر لیں کیونکہ کوئی لڑکی ضد کر کے آپ سے نہیں کرے گی لیکن میری خواہش اس وقت پوری ہوئی جب ہم 121۔سی میں گئے اور انہیں انعام کے طور پر خاندان خوبصورت ترین لڑکی ارجمند عطا کر دی گئی۔ زندگی نے وفا نہ کی اور ظفر رخصت ہو گئے لیکن ارجمند کے تین بڑے بچے موسیٰ، منیرہ اور انکل ظفر کی نشانی بن کر ارجمند کا ہاتھ تھامے ہوئے ہیں۔ سینت کر اپنی ذات پر خرچ نہ کر کے

انکل ظفر کافی اثاثہ اور ایک کوٹھی ماڈل ٹاؤن میں چھوڑ گئے ہیں اور انکل ظفر کی بدولت یہ لوگ موج میلا مناتے ہیں۔

479۔ اِین کی بات ہے ایک روز جب ہم ڈونگی گراؤنڈ کے سامنے کھڑے تھے انکل نے پوچھا:

''اشفاق کا خط پتر' قدسیہ آیا؟''

''باقاعدہ خط آتے ہیں بلکہ بچوں کی تصویریں منگوائی ہیں؟''

''اچھا تو بھیجی آپ نے؟''

حسنِ اتفاق سے اس وقت ریزی آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں کیمرا تھا۔

بچوں نے اصرار کیا کہ تصویریں ڈونگی گراؤنڈ میں کھنچوائی جائیں۔ محمد علی نے بچوں کو سنبھالا۔ میں نے گود اٹھا لیا۔ پھر یہ قافلہ سڑک پار کر کے اس ڈھلوان پر پہنچا جس سے اتر کر ڈونگی گراؤنڈ اور باندرادری آتی تھی۔ انیق میاں نے انکل ظفر کو اپنی ٹوپی عطا کی اور کئی تصویریں بنائیں۔ جب یہ تصویریں امریکہ پہنچیں تو ایک فرانسیسی لڑکی نے خاں صاحب سے پوچھا: ''کیا یہ آپ کے کزن Confirmed bachelor ہیں؟''

''ہاں ابھی شادی نہیں ہوئی۔ تم نے کیسے اندازہ لگایا؟''

''ان کے چہرے پر لکھا ہے۔''

خاں صاحب نے اپنے خط میں لکھا: ''ایسی لڑکی جو تصویر دیکھ کر اتنے گہرے نتائج نکال لیتی ہے۔ کل اسے کلاس میں ایک ایسی کتاب کا مضمون پڑھنا پڑا جو امریکہ میں پانچویں کے طالب علم پڑھتے ہیں۔ اس سے اس کی جہالت کا اندازہ لگایئے۔''

اسی برکلے ایکسچینج پروگرام میں خاں صاحب کو جیکولین کینیڈی سے ہم مکتب کی شکل میں ملنے کا اتفاق ہوا۔ پروگرام میں بھانت بھانت کے ادیب جمع تھے اور اپنے اپنے ملک میں وہ بہت معرکے مار کر آئے تھے۔ لیکن امریکہ نہ اپنی امریکن انگریزی کے علاوہ کسی زبان کو اہم سمجھتا ہے نہ اپنے نوساختہ کلچر کے علاوہ اور کسی کلچر کے حسن کو مانتا ہے۔ وہ کسی گروہ سے تال میل کرتا ہے' اسی احساسِ برتری کے باعث دوسروں پر چھا جانے کی قوت رکھتا ہے۔

جب خاں صاحب برکلے سے واپس آئے تو انہیں جیکولین کینیڈی کی کتاب کا ترجمہ کرنے کی آفر ہوئی جو انہوں نے بطریقِ احسن پوری کی۔ اس کے علاوہ انہیں ایک اور کتاب ترجمہ کرنے کے لیے ملی۔ The Golden Hawks of Genghis Khan جو انہوں نے ''چنگیز خاں کے سنہری باز'' کے نام سے قارئین کے لیے چھوڑی ہے۔

ڈونگی گراؤنڈ اور باندرادری نے ہمیں ایک بڑے آدمی سے ملایا۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم ایم اے میں ہمارے استاد رہے تھے' اس لیے ان سے تعارف کی حاجت نہ تھی۔ صوفی صاحب ان دنوں ''ٹوٹ بٹوٹ'' کی نظمیں مرتب کر رہے تھے۔ وہ ان نظموں کا ردعمل دیکھنے کے لیے ڈونگی گراؤنڈ میں آتے' بچوں کو جمع کرتے اور ٹوٹ بٹوٹ کی نظمیں سناتے۔ ہمیں ملتے تو خاں صاحب سے لاڈ کے انداز میں کہتے: ''اوئے تیری روزی میں میرا کوئی حصہ نہیں؟''

''صوفی صاحب! ابھی قدسیہ ایسا کھانا نہیں پکا سکتی جو کسی کشمیری کو کھلایا جا سکے۔''

ے گدھے! تو میرا مطلب نہیں سمجھا۔ استاد کے گھر جا کر کھانا کھانا بھی اپنے ہی رزق سے کھانا ہے۔
تو۔ میں بڑے اچھے کلیجے خود لگاتا ہوں۔ کشمیری چائے کے ساتھ.....گولاش کھایا ہے کبھی؟ اوئے تم تو کبھی
ئے۔ یہاں کیا آؤ گے۔"

طرح ہم سرکتے سرکتے صوفی صاحب کے دسترخوان پر پائے جانے لگے۔ میں نے صوفی صاحب سے
نے کا طریقہ سیکھا لیکن خدا گواہ ہے وہ ذائقہ کبھی پیدا نہ ہو سکا۔ نہ کبھی شعروں سے مناسبت پیدا ہو سکی نہ
ے میں لذت پیدا ہوئی۔ اب جا کر پتہ چلا کہ یہاں بھی ہماری جبلت کا بہت گہرا اثر ہے۔ ہمیں جو موروثی
ہیں ہم ان کی Genetic Coding کے حساب سے خاص صلاحیتوں کے مالک ہو جاتے ہیں۔ استاد بھی
کرتا ہے لیکن وہ شاگرد جن کی مناسبت استاد کے علم کے ساتھ ہوتی ہے وہ بہت جلد ترقی کر جاتے ہیں اور
یا اور خواہش کے باوجود کہیں نہیں پہنچ پاتے۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ نذیر بیگم موسیقی میں بے حد ریاضت کیا
نور جہاں بہت کم وقت میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث وہاں پہنچ جاتی جہاں پہنچنا نذیر بیگم کے لیے

اس گھر میں ہمارے پاس کاچھا بھی آنے لگی۔

کاچھا آج کے مشہور نفسیات داں ڈاکٹر ترین کی بیوی تھی۔ اس وقت ڈاکٹر ترین کچھ خاص مشہور نہ تھے۔ کاچھا
Pram میں ڈال کر ہمارے گھر بلا دھڑک چلی آتی۔ اس کی ملاقات خاں صاحب سے ڈونگی گراؤنڈ میں ہوا
یہاں سے وہ گھر آنے لگی اور رفتہ رفتہ مجھے یوں لگنے لگا جیسے وہ ہمیشہ سے 479۔ این کا حصہ رہی ہے۔

کاچھا کے ساتھ اس کی ایک سہیلی عارفی بھی ہمارے گھر کا حصہ بن گئی۔ عارفی بیگم دراصل اشفاق صاحب کی
تھی۔ وہ "لیل و نہار" میں بلا دھڑک چلی جاتی۔ خاں صاحب کام کرتے رہتے۔ وہ سامنے بیٹھ کر پنکھی کی طرح
باتیں کرتی رہتی۔

یہ تو اب مجھے یاد نہیں کہ عارفی پہلے گھر آئی اور اس کے ساتھ کاچھا آئی یا کاچھا عارفی کو متعارف کروانے والی
مجھے ایک دو باتیں عارفی کے متعلق یاد رہ گئی ہیں۔ عارفی کو میرے منجھلے بیٹے انیس سے بڑی محبت تھی۔ اس نے
خوبصورت سویٹر انیس کے لیے بنایا تھا جس پر ایک سفید بلی اُونی دھاگوں سے Knit کی تھی۔

عارفی برآمدے کے ساتھ والے نانا کے کمرے میں عین آتش دان کے پاس والے صوفے پر بیٹھ کر سویٹر
ساتھ والے ڈائننگ روم میں خاں صاحب بیٹھ کر لکھا کرتے۔ عارفی باتیں کیے جاتی اور خاں صاحب چھوٹے
نے جواب دیتے رہتے۔ یہ ٹیلی گرافک سلسلہ ان دونوں کی دوستی کا باعث بنا۔ بعدازاں عارفی نے احمد رضا قصوری
کی شادی کر لی لیکن عارفی کا لمبا چوڑا ذکر اس جگہ درست نہیں۔

مفتی جی ہمیں مرزا جی کا تحفہ تو دے کر گئے ہی تھے ایک عدد رہائشی مہمان قیصر مفتی کی شکل میں اور دے گئے۔
کراچی میں امریکنوں کے لیے کام کرتا تھا۔ وہ جب بھی لاہور آتا ہمارے ہی گھر ٹھہرتا۔ مجھ سے اس کی خط و کتابت
کے اصرار پر شروع ہوئی۔ ایک روز مفتی جی مجھے کہنے لگے: "اوئے قدسیہ! تو ساری دنیا پر پٹو ڈال لیتی ہے ایک

میرا کام کردے تو مانوں؟''

''فرمائیے۔''

''بھائی وہ قیصر تیرا بہت گرویدہ ہے۔ اگر تو اسے کسی طرح شادی پر رضامند کرلے تو میں مانوں۔ آج تک شادی سے بدکتا رہا ہے۔ اگر اس کا خوف ختم ہوجائے تو اس کی تنہائی کا علاج ہوجائے۔''

لیجیے کاتا اور لے دوڑی قسم کی قدسیہ کے لیے یہ بہت بڑی Activity تھی۔

اس گھر میں میری تجویزوں کے باعث شادیاں ہوئیں۔

قیصر مفتی کی شادی

میرے بھائی پرویز (ریزی) کا بیاہ

آپ کو شاید علم ہوگا کہ نصیر انور ان دنوں ریڈیو پاکستان میں سکرپٹ رائٹر تھے اور نصیر انور کے سا صاحب کا گہرا دوستانہ تھا۔ نصیر انور ان دنوں فلیمنگ روڈ پر رہا کرتے تھے۔ ان کی گھر والی کشور بہت جلد ہمارے سا مل گئی۔ کشور بھی ریڈیو پاکستان کے لیے لکھتی تھی اور کافی مشہور ہو چکی تھی۔

فلیمنگ روڈ سے خاں صاحب کا رشتہ پرانا تھا۔ ریاض محمود اسی سڑک پر رہ چکے تھے۔

اس جہاں سے رخصت ہونے سے کچھ دیر پہلے بھی ایک مرتبہ خاں صاحب اور میں لالی جان (کشو گئے تھے۔

یہ خالصتاً کشمیری گھرانہ تھا۔ ان کے دسترخوان پر ہر قسم کی لذتیں تھیں۔ گھر والوں کی آپس میں بڑی تھی۔ لالی جان سے چھوٹی بہن نصرت بھی بچپن میں پولیو کی شکار ہوگئی تھی اور اب وہیل چیئر کی محتاج تھی۔ آج آباد میں شبنم شکیل اور نصرت وہاں کی روح رواں ہیں۔ اس Handicap کے باوجود ''نجمی'' بڑی جان دار ملنسار لڑکی تھی۔ اس سے چھوٹی بہن جیداں تھی جس سے بعد ازاں قیصر کا رشتہ طے ہوا۔

لالی جان ہمارے گھر عموماً کھانے پکا کر لاتی تھی۔ ہم ان کے گھر بھی بڑے جذبے کے ساتھ جایا کر لالی جان کی والدہ بھی بڑی شفیق خاتون تھیں۔ جب بھی ملتیں عموماً باورچی خانے میں پیڑھی پر سمائی ہوئی نظر آتیں دعاؤں سے نوازا کرتی تھیں۔

جب لالی جان مان گئیں تو مفتی جی پردھان بن گئے اور اس طرح قیصر کی شادی جیداں سے ہوگئی کراچی چلا گیا۔ قیصر سے رابطہ قائم رہا۔ 1984ء میں جب میں کینسر میں مبتلا ہو کر میو ہسپتال میں داخل ہوئی تو آ قیصر مجھے ملنے آیا۔ وہ پریشان تھا' لیکن کھلنڈرا بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

''اوئے یہ کیا پاکھنڈ مچا رکھا ہے۔ سیدھی طرح گھر جا کر اپنے کاکے اشفاق احمد کی خبر لے..... کینسر ویسر نہیں بگاڑ سکتا۔ تو مضبوط قوتِ ارادی کی مالک ہے باز آ جا..... پلنگ چھوڑ دے..... نہیں تو.....''

میں تو یہ ہوا کہ کچھ عرصہ بعد قیصر کینسر سے بیمار ہو کر آناً فاناً اس جہاں سے چلا گیا۔ ایک کہانی ختم ہوئی۔ ایک صفحہ ختم ہو گیا.... ایک دروازہ مقفل کر دیا گیا۔

یہی زندگی ہے.....

اس گھر کی برکت سے ایک اور بڑے انسان سے کچھ توقعات وابستہ ہیں۔ ان میں صدیقہ بیگم کا ذکر کرتی چلوں۔

صدیقہ بیگم چودھری برکت علی (مکتبہ اردو) کی ہونہار بیٹی تھی۔ باقی بہن بھائی تو باپ سے ادب کا شغف اخذ نہ کر سکے لیکن صدیقہ نے چھوٹی عمر میں لٹریچر سے بڑی شناسائی پیدا کر لی۔ وہ نصابی کتابوں کی طرف مائل نہ تھی لیکن ادب پر بھی دسترس رکھتی تھی۔ خاں صاحب کی بڑی بہن آپا فرحت اپنے بیٹے جاوید طارق خاں کے ساتھ کرشن آباد میں رہتی تھیں۔ جاوید ہر لاڈلے بیٹے کی طرح اس وہم میں مبتلا تھا کہ جو کچھ بھی وہ کر ڈالے آپا فرحت اُس سے ناخوش نہیں ہوں گی۔

چودھری برکت علی کی چھ کینال کی کوٹھی میں صدیقہ اپنے بہن بھائیوں اور سادہ لوح والدہ سمیت رہتی تھی۔ ان کی زندگی آسان اور سادہ تھی۔ جاوید اور صدیقہ کی مڈبھیڑ بس میں یا سڑکوں پر ہو جاتی۔ جاوید کو اپنے گھرانے سے ادب کی چیٹک تھی۔ وہ بے شمار شعر زبانی سنا سکتا تھا۔ شاعروں ادیبوں تحریک پاکستان سے وابستہ لوگوں کے نام جانتا تھا۔ اس کا طریقہ لیکن Presentation سوپر تھی۔ اسے اپنا لوہا منوانے میں کبھی وقت پیش نہیں آئی۔ صدیقہ چودھری برکت علی کی تہہ دار اور ادب پرست لڑکی تھی۔ مکتبہ اردو کی وجہ سے احمد ندیم قاسمی کرشن چندر اور راجندر سنگھ بیدی ممتاز مفتی جیسے لکھنے والے اس کے لیے اجنبی نہ تھے۔

یہ ملاپ آناً فاناً شادی کے وعدوں میں بدل گیا۔

جاوید بمشکل تمام انیس برس کا ہو گا۔ صدیقہ بھی صرف سولہ کی تھی۔ ان دونوں نے زندگی ساتھ گزارنے کا فیصلہ کیا۔ خواب اور حقیقت ایک ہو گئے۔ روایت شکنی کی یہ شادی خاں کی شادی کے بعد دوسری بغاوت تھی۔ نتیجہ وہی نکلا جس کی امید تھی۔ آپا جی جاوید طارق خاں سے ناراض ہو گئیں۔

صدیقہ ایک طرح سے میری بہو بن گئی اور دوسرا رشتہ جو اس سے جڑا وہ میری سمدھن بھی بن گئیں۔ اس کی بیٹی تویلہ بیگم میرے بیٹے انیس احمد خاں سے بیاہی گئی لیکن یہ بہت بعد کی بات ہے۔ جب ہم 121۔ سی میں آ گئے تھے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب صدیقہ کے ثویلہ آنے والی تھی۔ اسے دمے کے دورے پڑتے تھے اور خدشہ تھا کہ بچہ ضائع نہ ہو جائے۔ میں نے معتبری سے ایک راستہ یہ نکالا کہ صدیقہ کو ایف سی کالج کے زیر نگرانی چلنے والے ہسپتال میں لے گئی۔

یہاں ان دنوں زچہ بچہ کی ڈاکٹر مارٹن تھیں۔ جب تویلہ اس دنیا میں آ گئی تو لیڈی مارٹن نے بچی کی کلائی میں اس کے نام "بے بی جاوید" پلاسٹک کے منکوں میں پرویا ہوا ڈال دیا۔ بچوں کی شناخت کے لیے ایسا ہار ضروری تھا۔

"ہوش کر صدیقہ..... خدا نے بیٹی دی ہے۔ اللہ کی رحمت گھر آئی ہے۔"

صدیقہ نے آنکھ کی جھری سے مجھے دیکھا۔ ’’مامی..... اسے اٹھالیں..... یہ آپ کی ہے۔ آپ نے اس کو ... ہے..... آج سے یہ آپ کی ہوئی۔‘‘

پھر برس ہا برس بعد جاوید طارق خاں دوبئی میں تھے تو میاں بیوی نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ثویلہ ہمیں ... فرمائی۔ اس طرح صدیقہ پہلے میری بہو بنی پھر میں اس کی بیٹی کی ساس بن گئی۔ کچھ لوگ وعدے نبھانے میں خوب ... ہیں۔ صدیقہ اس اعتبار سے بالکل منفرد ہے۔

یہاں پر ریزی کی شادی کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا۔

کبھی سوچتی ہوں کہ شاید اپنے گندے کپڑے یوں سرِعام دھونا آپ کی بدمزگی کا باعث نہ بنے لیکن ... یہ مقصود ہے کہ زندگی کی کروٹیں عجیب و غریب ہوا کرتی ہیں اور بڑے انسان کی زندگی بھی معمولی واقعات سے ... ہوتی ہے۔ اور وہ بھی بدی اور نیکی کی زد میں اسی طرح رہتا ہے جس طرح عام لوگ اس کے تھپیڑے کھاتے ہیں لیکن ... واقعات میں نہیں بڑے آدمی کے ردِعمل میں مضمر ہوتی ہے۔

میرے بھائی ریزی کا رشتہ ملنا ذرا مشکل تھا۔ جب تک ’’داستان گو‘‘ چلتا رہا وہ ’’داستان گو‘‘ کا حصہ ... پاکستان میں سب سے پہلے Silk printing کی ایجاد ریزی نے کی تھی۔ وہ باہر کے مضامین پڑھ پڑھا کر بالآخر ... چھوٹی سکرینیں بنانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ ان پر وہ پتہ نہیں کیسے تصویر اتارتا بناتا اور پھر سکرین کو لکڑی کے فریم میں ... اوپر پینٹ لگاتا۔ پھر ایک لکڑی کی سکوجی پھیرتا۔ نیچے پرنٹ آنے لگتا۔ یہ پروسس اسی کو سمجھ میں آسکتا ہے جس ... ’’داستان گو‘‘ کے رسالے دیکھے ہیں۔ ہر ایک صفحہ علیحدہ ہاتھوں سے تیار ہوتا۔ 455۔ اے میں یہ ریزی کر چکا تھا۔

گھر کے سامنے بڑے برآمدے میں چقیں آویزاں تھیں۔ میرا کام تھا کہ ہر ایک سرورق کو لے جا کر ... کانوں (سرکنڈوں) کے درمیان سوکھنے کے لیے فٹ کر دیتی۔ سمن آباد کے پچھلے برآمدے میں خاں صاحب ریزی ... کرتے۔ ریزی بہت دھیان سے سکوجی پھیرتا۔ میں کاغذ اٹھا کر باہر والے برآمدے میں لاتی۔ ریزی اور خاں ... چونکہ تخلیقی لوگ تھے انہیں کبھی اس کام سے بوریت نہ ہوتی۔ وہ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرتے رہتے۔ انہیں ... اپنے کام کی کامیابی کا سرور تھا۔ جیسے کرکٹ کے کھلاڑی کو سنچری کر کے ملتا ہے۔ یہ مشغلہ 479۔ اے میں بھی جاری رہا۔

باورچی خانے سے ملحق گودام اور غسلخانے کے درمیان جو برآمدہ تھا‘ یہاں سلک سکرین پرنٹنگ کا اڈہ ... بار چقیں نہیں تھیں۔ باہر چارپائیوں پر سرورق سکھانے کے لیے رکھے جاتے‘ لیکن پھر رسالہ بند ہوگیا۔ کچھ دیر ’’لیل ونہار‘‘ ... ’’داستان گو‘‘ اور یو ایس آئی ایس ساتھ ساتھ چلتے رہے لیکن پھر ’’لیل ونہار‘‘ میں خاں صاحب نے استعفیٰ دے ... ’’داستان گو‘‘ کا دفتر گو پاس رہا۔ وہاں چودھری سلیم‘ محمد علی اور ریزی پردھان رہے۔ لیکن خاں صاحب کی سا... یو ایس آئی ایس اور امریکہ میں برکلے ایکسچینج پروگرام میں شمولیت کے بعد ریڈیو پاکستان کی طرف مبذول ہوگئی‘ جہاں ... سٹاف آرٹسٹ تھے۔ ان کا کوئی دفتر نہ تھا۔ وہ ریڈیو سٹیشن کی لان میں بیٹھ کر کام کرتے اور کینٹین پر مختلف آرٹسٹوں کے ... بیٹھ کر اپنی داستان گوئی جاری کیے رکھتے لیکن خاں صاحب نے کبھی اس بات کو اہمیت نہ دی کہ وہ معمولی سٹاف آرٹسٹ ...

پر رعب ڈالنے کے لیے ان کے پاس نہ کوئی دفتر ہے نہ گھومنے والی کرسی۔ کمپیوٹر تو خیر تب تک ایجاد ہی نہ ہوا تھا۔
خان صاحب اور ریزی دونوں پیدائشی تخلیق کار تھے۔

ایک مدت ہوئی ریزی گورنمنٹ کالج چھوڑ چکا تھا۔ ہر آرٹسٹ کی طرح اس کا کام افادیت سے نہ تھا۔ وہ دنیا کمانے کے لیے عام راستے چن نہ سکتا تھا۔ اس زمانے میں بھی نوکری کے لیے ڈگری اہم تھی۔ Establishment ...نے کے لیے ہمیشہ ڈگری اہم رہی ہے۔ یہ بات میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ ریزی ایف ایس سی نہ ...نے کی وجہ ایک احمقانہ حرکت تھی۔ گورنمنٹ کالج میں جہاں گھڑی نصب ہے بہت سے جنگلی کبوتر آیا کرتے تھے۔ ...اندر ایک شکاری ہمیشہ تھا۔ ایک روز وہ صبح کے وقت اپنی ڈیزی گن لے کر کالج پہنچا۔ دو تین کبوتر پھڑکا دیے۔

دوسرے دن یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ میں تب ایم اے اردو میں پڑھ رہی تھی۔ ڈاکٹر محمد صادق نے کلاس ...سے کہا..... "قدسیہ! ہم لوگ ایک لڑکے پرویز کی تلاش میں تھے۔ پتہ چلا ہے کہ اس نے کالج کے مقدس کبوتر ...سے مارے ہیں۔ اب دو صورتیں ہیں یا تو ریزی خود کالج چھوڑ دے یا مجھے آ کر explain کرے کہ اس نے ایسا ...کیا؟"

جناب میرے بھائی صاحب نے کبھی کچھ کسی کو explain نہیں کیا تھا۔ جب ہم دھرم سالہ میں تھے اور ریزی ...سالہ کے بوائز کالج میں پڑھتا تھا۔ تب بھی اس نے کالج چھوڑ کر گھر پر ایک گورکھا ٹیچر رکھا تھا۔ اس استاد کے ساتھ ...کے بجائے وہ پہاڑوں پر بندوق لے کر شکار کرنے چلا جاتا۔ میری والدہ آیت الکرسی پڑھ پڑھ کر ہلکان ہوتیں اور ...سالہ کے گھنے جنگلوں میں تلاش کرتی پھرتیں۔ یہ سب کچھ بتانے کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ ریزی ایک عرصہ ...ڈگریوں سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

لیکن لڑکی والے تو روزِ ازل سے مرد کی ساکھ، مالی حیثیت، معاشرے میں عزت سے وابستہ رہے ہیں۔ ریزی کے پاس معاشرے میں بھنوانے کے لیے کوئی کریڈٹ کارڈ نہ تھا۔ دو چار جگہ کوشش کی لیکن کورا جواب مل گیا۔

اب ایک پریشانی کا دور شروع ہوا۔ لڑکی تلاش کرنا میرے لیے مشکل تھا، لیکن پھر اس مشکل کو آسان بنانے کے لیے عزیز بیگم کہیں سے آ گئی۔ مجھے اس کا کوئی اتہ پتہ نہ تھا۔ وہ کہاں رہتی ہے کون ہے لیکن وہ دن ایک دوسرے پر اعتبار ...نے کے تھے۔ 479۔ این میں ریزی کی شادی کا مسئلہ حل ہو گیا۔ جلد ہی اس نے ہمیں شہزادی مامی کا رشتہ تلاش ...دیا۔ مجھے وہ اندرون شہر میں میاں تقی صاحب کے گھر لے گئی۔ میاں صاحب کی اس سارے محلے میں بڑی عزت تھی۔ ...ساس ان کے ساتھ اوپر چوبارے میں مامی شہزادی کے ساتھ رہتی تھی۔

پہلے دن میں میاں تقی صاحب کے گھر پہنچی۔ اینٹوں والے آنگن سے گزر کر اندر ڈرائنگ روم میں ایک خوش ...میانہ عمر کی عورت بیٹھی تھی۔ یہ آپا مختار تھیں۔ شہزادی بیگم کی بڑی بہن اور میاں صاحب کی بیگم..... تھوڑی دیر کے ...آ گئیں۔

سبز آنکھیں..... گورا چٹا رنگ..... بہت خوبصورت نقش.....

آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

جو چیز اپنے میں نہ ہو ہمیشہ اس کی تلاش رہتی ہے۔ میرا بھائی اور میں ہمیشہ سے جمال پرست تھے۔ میں عمر
پر اس خاندان کی گرویدہ ہوگئی۔ شادی کی تاریخ جس دن طے ہوئی تھی، خاں صاحب اور میں اسی ڈرائنگ روم میں بیٹھے
تھے۔ اچانک ریزی کی بے مائیگی کا پورا نقشہ ایک بار پھر ٹاپک بن گیا۔ شہزادی کے بھائی' بھائی نواز اور سرفراز اس شادی
کے حق میں نہ تھے۔ میاں تقی اور مختار بیگم میرے ووٹ تھے۔ آخر میں معاملہ یہ طے پایا کہ میری والدہ اپنے مربعے
کے نام وقف کر دیں تاکہ لڑکی کے لیے کچھ سکیورٹی کا بندوبست ہو جائے۔

بہرکیف جب اللہ کو منظور ہو تو کچھ معاملات خود بخود طے ہو جاتے ہیں۔ شادی طے ہوگئی۔ اس شادی کے
کرتا دھرتا ہمارے ڈیڈی جی تھے۔ انہوں نے سکول جانے والی گراؤنڈ میں شامیانے لگوائے۔ بڑے اہتمام کیے۔
جی نے اصرار کیا کہ ولیمے پر تلے ہوئے بادام ضرور ہوں۔ یقین کیجیے میں نے سیروں بادام چھیلے اور انہیں تل کر ڈیڈی
کے سپرد کیا۔ بڑی رونق اور مزے داریوں میں شادی ہوئی اور ہم ریزی کی طرف سے سبکدوش ہو گئے۔

ریزی نے دو چار دن بھی ہمارے ساتھ نہ گزارے اور شہزادی کے ساتھ چوہدری کالونی میں کرائے کا
لے لیا۔ وہ قریباً روز شہزادی کو میرے پاس چھوڑ جاتا۔ میں نے ایسی گائے عورت کبھی نہیں دیکھی۔ نہ اس کے منہ میں
تھی نہ دماغ میں طیش' نہ حرکات میں تیزی۔ وہ کسی کام میں دخل اندازی نہ کرتی۔ کچھ تبصرے کیے بغیر ساتھ رہتی تھی
نے شہزادی اور ریزی کو تین بیٹیاں عطا کیں۔ سب سے بڑی بیٹی ارم میرے بیٹے اثیر خاں سے سال بھر بڑی ہے
آباد کے پرائیویٹ ہسپتال میں پیدا ہوئی۔

وہ ریزی جس کی شادی کے امکانات بھی ناممکن تھے' شہر کی خوبصورت ترین لڑکی کا بلا شرکت غیرے
تھا.... اور بیوی شہزادی اس کے گن گاتی تھی۔

یہ زندگی میں عطا کے رنگ ہیں۔ وہ جب چاہتا ہے چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے۔ اسے کسی سے کاغذ پر منظوری
حاجت نہیں۔ جب چاہے جسے چاہے جو چاہے دے دیا۔

ای 479۔ این میں خاں صاحب سے ان کے رشتہ داروں میں سے سب سے پہلے معافی نامہ جن
آیا۔ جنگی جس کا اصلی نام نعیم احمد خاں تھا۔ ہوائی فوج میں کیڈٹ تھا۔ ابھی تک خاں صاحب اپنے خاندان سے بچھڑ
اندر ہی اندر سلگ رہے تھے۔ انہیں لگتا تھا کہ سودا بہت مہنگا ہے اور اتنی بڑی قیمت ادا کرنے کے وہ اہل نہیں۔ جس
ہمارے گھر آیا' خاں صاحب گھر پر نہیں تھے۔ میں نے دروازہ کھولا۔ خاں صاحب سے مشابہت تھی۔ میں نے اس
کہا: ''اندر آ جائیے۔''

''آپ نے مجھے پہچان لیا؟''

''جی نہیں.... لیکن اندر آ جائیے۔''

اس نے ذرا سا مسکرا کر کہا.... ''واقعی شقو بھائی نے ایک سادہ لڑکی سے شادی کی ہے۔ آپ پر اعتماد کیا جا
ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

''میں اماں جی سردار بیگم کی چھوٹی بہن ماسی رشیدہ کا بیٹا نعیم احمد خاں ہوں۔ ہم لوگ ماڈل ٹاؤن میں رہتے

اس پہلی ملاقات ہی میں جنگی اور میں Ideas کو ہر وقت discuss کرنے والے دوست بن گئے۔ جنگی ... تیموریاں، سوچیں اور خیالات کی آماجگاہ تھا۔ وہ ہر بار ایک نیا خیال شطرنج کی چال بنا کر پیش کرتا۔ میں شبہ لے ... ۔ ہم دونوں کبھی بچ کے متعلق اکٹھے سوچتے، کبھی الگ الگ سوچ پر اڑ جاتے۔ کبھی روایات اور بغاوت کی بیخ ... کبھی محبت زیرِ عتاب آ جاتی۔ جنگی کے آنے جانے سے خاں صاحب نے گویا سکھ کا سانس لیا۔ جس طرح کوئی ... میں اپنے میکے والوں کی ہلکی سی خبر پا کر نہال ہو جاتی ہے۔ خاں صاحب کو بھی ٹھنڈی ہوا کا احساس ہونے لگا۔

بہت وقفہ نہیں گزرا۔ جب ایک روز ماما جی فیاض کو بھی نعیم اپنے ساتھ لے آئے۔ ماما جی پولیس میں ایک بڑے ... تھے اور اماں سردار بیگم کی سب سے چھوٹی بہن رشیدہ بیگم کے شوہر تھے۔ ماما جی کا بڑا دبدبہ تھا۔ وہ مکمل طور پر اس ... کے شوہر تھے جن سے ماسی رشیدہ تھر تھر کانپتی تھی۔ رفتہ رفتہ نعیم کی مہربانی سے ماسی رشیدہ اور ماما جی فیاض ہمارے گھر ... ۔ ان کے آنے سے خاں صاحب کی تسلی ہوئی اور وہ اماں جی سے ملنے شاہی مسجد جانے لگے۔ جنگی عموماً مجھے ... پیارے خط بھی لکھا کرتا تھا۔ ہم دونوں میں خط و کتابت اچھی خاصی تھی۔ افسوس زیادہ خط وقت کے ساتھ تلف ہو ... ایک خط کی نقل پیش خدمت ہے۔

اچھی آپا قدسیہ!

ارے رے رے رے یہ تو شروع ہی غلط ہو گیا۔ سوچا تو تھا کہ لکھوں گا ''بہت ہی خراب آپا قدسیہ'' لیکن جب ... شروع کرتا ہوں تو اچھی ہی لکھا جاتا ہے۔ جانے آپ کے ہاتھ کیا معجزہ ہے کہ آپ کی طرف سے دل میں ذرہ بھر بھی ... پیدا نہیں ہوتی۔ آپ کے خیال سے ہی ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ مچلنے لگتی ہے۔ مجھے تو ہر دفعہ وہ پہلا دن یاد آ جاتا ہے ... میں آیا تھا تو شتو جی نے کہا تھا تو بھی قدسیہ یہ نعیم ہے ''نعیم؟'' آپ نے کہا' آپ کے انداز سے صاف معلوم ہوتا تھا ... یہ نام کچھ غیر مانوس سا تھا۔ شتو جی نے بھی یہ محسوس کیا۔ ''ارے بھئی اتنی دفعہ تو اس کا ذکر کیا ہے۔ جنگی یوں اور جنگی ... ''''اوہ یہ ہے جنگی؟'' آپ نے کہا' کس قدر شیرینی تھی آپ کے لہجہ میں۔ کس قدر یگانگت۔ مجھے یوں محسوس ہوا ... گویا میری آپ سے پہلی ملاقات تھی بلکہ ہمیشہ سے واقفیت تھی اور اب ایک لمبے عرصے کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔ آپ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ آپ کی آنکھوں کی چمک کہہ رہی تھی۔ جنگی میں تو ہمیشہ سے تمہیں جانتی ہوں۔ میں نے تمہارے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھا ہے اور اسی لحہ آپ نے کہا: ''شتو جی سے تمہارا اتنی بار ذکر ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے تمہیں ہمیشہ سے جانتی ہوں۔'' مجھے انتہائی طمانیت کا احساس ہوا اور میں ہمیشہ کے لیے آپ سے مانوس ہو گیا۔ نہ ... نے کہاں تک اپنے خیالات کا صحیح اظہار کر سکا ہوں اور خط بھی قاعدہ سے شروع نہیں ہوا۔ نہ القاب نہ آداب اور لگے بے ... ہانکنے۔ لیکن مجھے کچھ بھی فکر نہیں۔ اگر آپ کو ہی بے تکا خط نہ لکھ سکوں تو شاید کسی کو بھی نہ لکھوں۔ آپ کو تو جو میرے من میں آ گیا لکھتا چلا جاتا ہوں۔ کچھ معنی ہوں یا نہ۔

اچھی آپا! آپ کا خط آنے سے کس قدر خوشی ہوئی۔ اس کا ذکر کرنا لاحاصل ہے کیونکہ میں اوّل تو بیان ہی نہ کر

سکوں گا اور اگر بیان کر بھی سکا تو آپ مبالغہ آمیزی کی تہمت لگائیں گی۔ بس یہ سوچ لیں کہ سکول سے واپس آیا تو سیدھا میل روم پہنچا۔ آپ کے خط سے تو قطعاً ناامید ہو ہی چکا تھا۔ اب جو خط ملا تو وہیں کھول کر پڑھنے لگا لیکن وہاں آفیسر کھڑے تھے جو مجھے گھورنے لگے۔ میں نے خط پڑھتے پڑھتے ہی چلنا شروع کر دیا۔ رستہ میں دو ایک آدمیوں سے ٹکر ہوتے ہوتے بچی۔ بہرحال کمرہ میں صحیح سلامت پہنچ گیا۔ ارادہ تو اسی وقت جواب دینے کا تھا مگر کچھ لوگ آ پہنچے۔ "تم ابھی تک کچھ کھایا پیا تو نہیں؟" میم صاحب ڈرائنگ روم میں پہنچتے ہی چیخیں "نہیں بھئی۔ ابھی ابھی تو سکول سے واپس آیا ہوں۔" میں نے کہا: "تو بس پھر چلو۔" صاحب بولے: "آج ہم نے باربی کیو کا انتظام کیا ہے۔ تم کو لینے آئے ہیں جلدی کرو۔" میں نے لاکھ کہا کہ ابھی مجھے منہ ہاتھ دھونا ہے۔ دو خط اور آئے تھے جنہیں ابھی کھولا بھی نہیں۔ کپڑے بدلنے ہیں۔ امتحان میں تین دن باقی رہ گئے مگر وہ لوگ گویا جھگڑے کے لیے تیار ہو کر آئے تھے۔ بس کپڑے بدلنے کی مہلت دی اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ رات کو جب واپس ہوا تو ڈھائی بج رہے تھے اور پھر اسی طرح دن گزرنے لگے۔ یہ زندگی اس قدر سبک رفتار ہے کہ وقت پھسلتا چلا جاتا ہے اور اگر ہر لمحہ پر نظر نہ رکھی جائے تو انسان بھٹک جاتا ہے۔ بہرحال اب جا کر کہیں فرصت ملی ہے۔ یہ خط زرّیں کو لکھنا شروع کیا تھا مگر لکھ نہ سکا تھا۔ اب ادھار لے کر آپ کو لکھ رہا ہوں۔ اسے پھر لکھ دوں گا۔

آپا آپ کا خط پڑھ کر تو خاصہ فکرلاحق ہو گیا ہے۔ مجھے تو کچھ خبر بھی نہیں تھی۔ گھر سے مجھے کبھی بھی خبر نہیں ملتی کہ کوئی بیمار ہے یا کسی کی طبیعت خراب ہے۔ ہاں ٹھیک ہو جانے پر ضرور خبر ملتی ہے۔ "تنو کو اپینڈے سائٹس کا حملہ ہوا تھا۔ آپریشن کروا دیا تھا۔ اب وہ بالکل ٹھیک ہے اور ہسپتال سے واپس آ گئی ہے۔" اس قسم کی خبریں ملتی ہیں۔ اللہ کرے سب لوگ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو جائیں۔ شفقوجی کا بہت فکر ہے۔

رسالہ بھیجنے کی نیت کا لا انتہا شکریہ مگر اب تو میں اپنے واپسی کے سفر پر روانہ ہوں۔ واپس آ کر ہی پڑھوں گا۔ ہاں اچھی آپا۔ کیا سچ مچ میرا افسانہ چھپے گا؟ میں نے افسانہ آپ کو بھیج تو دیا تھا مگر دل میں پچھتاتا رہا کہ یونہی بھیج دیا۔ جب کافی عرصہ جواب نہ ملا تو میں سمجھا کہ آپ بھول گئیں اور میں نے اطمینان کا سانس لیا اور اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے افسانہ شائع کر کے واقعی میرا دماغ خراب کر دینا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ آپ نہ جانے شادی سے پہلے کیسی تھیں۔ خیر جو میں لاہور آیا تو گفتگو کے لیے یہی موضوع رہے گا۔ میری طرف سے عارفی کو دلی مبارکباد پیش کریں۔

ارے میں بھی کتنا عجیب ہوں کہ کس ٹرمینل پر بیٹھا خط لکھ رہا ہوں اور یہ لکھا ہی نہیں کہ یہ میں یہاں کیوں آ گیا؟ یہاں کیا کر رہا ہوں؟ اور آئندہ کیا ارادہ ہے؟ تو آپی بات یوں ہوئی کہ میرا کورس پندرہ روز ہوئے ختم ہو گیا۔ کورس ختم ہونے پر میں نے ڈھائی ہفتے کی چھٹی لے لی۔ جیکسن، مسسپی، ہمفس، ٹینیسی ہوتا ہوا میں کل صبح یہاں یعنی سینٹ لوئس پہنچ گیا اور آج یہاں یعنی اب سوا دس بجے رات کو سپرنگ فیلڈ الینوائے کے لیے روانہ ہو رہا ہوں جہاں چند گھنٹے کے قیام کے بعد شکاگو چلا جاؤں گا۔ وہاں سے انڈیاناپولس انڈیانا۔ ٹولیڈو اوہایو ہوتا ہوا ڈیٹرائے جاؤں گا۔ وہاں چار پانچ روز قیام کا ارادہ ہے اور اردگرد کا چکر لگاؤں گا۔ خیال ہے کہ گرانڈ رپڈز، بینزر برو، این آربر اور کینیڈا کا چکر لگا لوں گا۔ پھر کلیولینڈ، پٹس برگ ہوتا ہوا واشنگٹن جاؤں گا۔ وہاں سے نارفوک، رالیج ہوتا ہوا چارلسٹن ساؤتھ کیرولینا جاؤں گا جہاں سے مجھے

ہے۔ اگر اس سفر کے بعد کچھ ڈالر بچ گئے تو شاید میامی فلوریڈا کا چکر بھی لگا آؤں۔ گو اس کی امید بہت کم ہے رہا ہوں یہاں پر سوائے بس کے کرائے کے ہر چیز بجٹ سے زیادہ پڑ رہی ہے۔ ڈالر یہاں پر چونیوں کی تے ہیں۔

میری بس تیار ہے۔ اب بند کرتا ہوں۔ شفقو جی' نوکی کو پیار۔ پرویز اور بھابی کو سلام۔ عارفی' جاوید' صادقہ سب

فقط آپ کا

جگی

خدا کے لیے آپ اپنی صحت کا بھی خیال رکھا کریں۔ میرا خیال ہے شفقو جی سے ہی بات کرنا پڑے گی۔ آپ گی۔

28.07.61 شکاگو

آیا خط پوسٹ نہ کر سکا تھا یہاں پوسٹ کر رہا ہوں۔

خدا حافظ

جگی

ادھر ماما جی اور جگی گھر آنے لگے۔ اُدھر خاں صاحب کے بڑے بھائی اسحاق احمد خاں جن کے متعلق میں نے کہ وہ بندوق لے کر میرے گھر کے چکر لگاتے رہے ہیں کہ میری وجہ سے اماں جی اور بابا جی کو اس قدر تکلیف

ایک روز اسحاق بھائی اور ذکیہ اچانک ہمارے گھر آ گئے۔

ذکیہ جی تو بہت پہلے سنگر سلائی کورس میں میرے ساتھ تھی اور میں نے ان کے ساتھ مشین پر کشیدہ کاری کا کورس بھی بھی میرے پاس ذکیہ کی خوبصورت Embroidery کے کئی میز پوش ہیں۔ لیکن اسحاق بھائی کو میں نے اس بھی نہ دیکھا تھا۔

میں تو ان دونوں سے قطعی ناواقف تھی۔ مجھے تو صرف اس قدر معلوم تھا کہ جو بھائی خاں صاحب کی خفیہ شادی سے قدر دلبرداشتہ ہوئے تھے کہ پستول لے کر ہمارے گھر کے اردگرد گھوما کرتے۔ انہیں اُس ولین کی تلاش تھی جس کے والدین کا دل توڑا اور خاندانی روایات کو چکنا چور کرنے کی جرأت کی۔

جو بھائی سامنے بیٹھے تھے۔ عجب ملائمت اور خاں صاحب سے مشابہت نے مجھے فوراً ان کے قریب کر دیا۔ نے بھی نہ جانے کیوں مجھے چھوٹی بہن سمجھ کر فوراً قبول کر لیا۔

''قدسیہ..... ایک کام ہے تم سے' کرلوگی۔''

''جی حکم دیں جو بھائی۔''

''مجھے ایک بڑا اچھا سکالرشپ مل گیا ہے۔ یہ تو تمہیں اشفاق نے بتایا ہی ہو گا کہ میں ایئرفورس چھوڑ چکا ہوں۔ فیسرین کا کام بہت مشکل ہے۔ میں اسے ماڈرن basis پر چلانا چاہتا تھا۔ بابا جی اس کی بوتل' ڈبیا اور اندر ریپر تک نہیں چاہتے..... میں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے لیکن اگر فرانس کا سرٹیفکیٹ مل جائے تو Authentic ہو جاتا ہے۔''

مجھے اتنا معلوم تھا کہ اسحاق بھائی حسین روڈ پر منتقل ہو چکے تھے اور ''نیوسیما'' کریم بناتے تھے۔ میرے بھائی ریزی نے اس کریم کی ڈبیا کا لیبل ڈیزائن کیا تھا لیکن میں کبھی حسین روڈ نہیں گئی تھی۔

''جی میں کچھ سمجھ نہیں پائی؟''

''ذکیہ میرے ساتھ جائے گی لیکن بچوں کا جانا مشکل ہے سارا Jesus & Mary کونوِنٹ میں پڑھتی ہے۔ واصف کی پڑھائی کا بھی حرج ہو گا۔ سینٹ انتھونی میں اسے مشکل سے داخل کرایا ہے۔''

مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ مجھ سے کیا توقع کی جا رہی ہے۔ اس وقت ذکیہ نے میری مشکل حل کی۔

''قدسیہ جی..... بات یہ ہے کہ میری والدہ بیگم روڈ پر رہتی ہے۔ وہ ان بچوں کی ذمہ داری اٹھا سکتی ہیں لیکن بچوں کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے ڈرتی ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میرے بچوں کو اپنے پاس رکھ لیں۔ مجھے پتہ ہے یہاں خوش رہیں گے۔ آپ کے بچے ماشاءاللہ انہیں جلد ہی ہماری جدائی بھلا دیں گے۔''

میں ''تفکروں'' کی عادی نہیں۔ سوچے سمجھے بغیر فیصلے کرنا میری جبلت میں ہے۔ میں نے فوراً وثوق سے کہا..... ''لیں یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ خاں صاحب آپ کے بھائی پہلے ہیں اور میرے شوہر بعد میں..... آپ کا پہلے ہے اور میرا بعد میں..... فوراً بچوں کو چھوڑ جایئے.....''

شکر ہے ان دنوں سامان سے اتنی محبت کرنے کا رواج نہیں تھا۔ بچے اپنے مختصر سامان کے ساتھ میرے پاس آ گئے۔ واصف ان سب سے بڑا بھائی تھا۔ انیق اور سارا قریب قریب ہم عمر تھے اور پہلے دن سے ہی ان دونوں کی گاڑھی چھننے لگی۔ واصف نے آتے ہی اثیر پر قبضہ جما لیا۔ وہ ہر وقت اسے اٹھائے پھرتا۔ ڈونگی گراؤنڈ میں جاتا تو چیری ساتھ ہوتی۔ سکول والی گراؤنڈ میں جاتا تو بچہ ڈھاک پر۔ کچھ رشتہ داروں نے سمجھا غالباً میں نے واصف کو کھلاوی بنانے کے لیے پاس رکھ لیا ہے لیکن خدا جانتا ہے میری ایسی نیت نہ تھی۔ مجھ میں نیت کو چھان پھٹک کر سچا کھوٹا جاننے کی بھی صلاحیت پیدا ہو گئی۔

سارہ' واصف کافی بڑے تھے۔

لیکن میں ان پانچوں کو برآمدے والے غسلخانے میں اکٹھا کر لیتی اور کل جماعتی غسل شروع ہو جاتا۔ پانچوں کو نہلا دھلا کر ''بیبے رانے'' بنا کر مجھے بڑا لطف ملتا۔ کھانا ہمیشہ کی طرح باورچی خانے میں چھوٹی چوکی کے آگے چھوٹے چھوٹے ڈگڈگی نما موڑھے لگا کر کھایا جاتا۔ جب سارہ اور واصف ہمارے پاس پہنچے گرمیوں کا موسم تھا' ہم آنگن میں چارپائیاں ڈال کر سویا کرتے تھے۔ ایک ہی پیڈسٹل فین تھا جو خاں صاحب کی چارپائی کے ساتھ لگایا جاتا۔ پھر سارہ اور میری چارپائی ہوتی۔ اس کے بعد نوکی اور انیس اکٹھے سوتے۔

...ے مزے کے دن اور عیش کی راتیں تھیں۔ سارہ اور واصف کے آنے سے گھر بھرا بھرا اور خوشیوں سے بقعۂ ...نور ہوگیا۔ ان ہی دنوں واصف کو خاں صاحب کی اس الماری کا پتہ چل گیا جہاں وہ ریزگاری اور گھریلو ... لیے پیسے رکھا کرتے تھے۔ یہ الماری کے کمرے میں برتنوں کی الماری کے ساتھ تھی۔ اس میں خاں صاحب ... بچپن کا پیار' کتابیں رکھا کرتے۔ اوپر والے خانے میں ایک ڈبے میں ریزگاری اور دوسرے میں نوٹ ... پیسے ہوتے۔ یہ بات میں اندازے سے کہہ رہی ہوں کیونکہ میں نے اوپر والے خانے میں کنسوئی لے کر اصل ...بھی حاصل نہ کی..... جب بچوں کو آئس کریم' گول گپے' مکی کے دانے وغیرہ لینے ہوتے تو اُدھر ہاتھ صاف کیا ...یں نے انہیں منع کیا نہ اس کی رپورٹ ہی خاں صاحب سے کی۔

سارہ ہمارے گھر میں بیٹی کا پہلا تجربہ تھا۔ ہمیشہ سے سارہ کو بھائیوں پر ترجیح اس لیے دی جاتی کہ ایک تو وہ اکیلی ...سرے اس کے انداز بڑے دل لبھانے والے تھے۔ ہنستی تو جھرنوں کی طرح۔ مذاق کرتی تو بغیر دلآویزی کے۔ ...تی تو جو کچھ اچھا لگتا مانگتی چلی جاتی۔ خاص کر اپنے نیلی اینق کی پلیٹ پر تو خاص عنایت تھی۔

پتہ نہیں آپا فرخندہ بھائی کی کشش میں ہمارے ہاں پہنچیں کہ انہیں پتہ چلا سارہ اور واصف ہمارے پاس ہیں اور ...کھنے کی خواہش ہم تک لے آئی۔ بہرکیف آپا جی فرخندہ اور بھائی ایوب اب خود بخود ہماری طرف کھنچے آتے۔

یہ دور واصف کے سٹیج پروڈیوسر کے کمالات کا دور تھا۔ اسے شوق تھا کہ وہ سٹیج سجائے۔ سامنے گھر کے لوگ ...ں کر بیٹھے ہوں۔ وہ اپنے احکامات تلے سب کو دوڑائے' نچائے' بٹھائے۔ ایک روز جب آپا فرخندہ اور بھائی ...ے تو واصف نے بڑی پُرلطف رچنا رچی۔ بھائی ایوب کے پیچھے سبز شنیل کا لمبا سا بادشاہوں کی طرح کپڑا لٹکایا۔ ...ایا۔ آپا فرخندہ کے پیچھے بھی ایسا ہی سبز شنیل کا کپڑا مغربی بادشاہوں اور دلہنوں جیسا لٹکایا۔ اسے سارہ' انیق اور ... کر پیچھے پیچھے چلتے آئے۔ سامنے ناظرین میں خاں صاحب' انکل ظفر' شہاب صاحب' مفتی جی' عکسی اور ... میاں بیٹھے تھے۔ آپا جی تو ہنستی رہیں اور کچھ نہ بولیں۔ بھائی ایوب نے یہ موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ... تقریر اسرائیل کے خلاف کی اور سب کو بتایا کہ چین میں یہودی نے کیسی تباہی مچائی۔

Demon-cracy is Democracy ان کا فیورٹ موضوع تھا۔

اس کے ساتھ بچوں کا ایک ٹرائی سائیکل تھا۔ اس نے نوکی کو سائیکل پکڑایا' جو اس پرانیس کو بٹھا کر گلی کی طرف ...ا۔ شیر خاں میری گود میں سو رہا تھا اس لیے وہ سائیکل کی Excitement میں شامل نہ ہو سکا۔

''قدسیہ آپا۔''

''جی۔''

''قدسیہ آپا۔''

''ہاں کہو۔''

''قدسیہ آپا۔''

''بتاؤ ناں ناہید کسی نے کچھ کہا ہے؟

''آپا جی، جواد.....سجاد؟ کوئی؟''

اس نے دائیں بائیں کچھ ذو معنی سا سر ہلایا۔

''اچھا میں پرے دیکھتی ہوں۔تم ہمت کر کے کہہ ڈالو۔''

''وہ جی آپ کو پتہ ہے ابو لیبیا گئے ہوئے ہیں۔اب آپا کا بھی ارادہ ہے کہ وہ ابو جی کے پاس چلی جائیں۔''

''یہ تو اچھی بات ہے۔اس میں بسورنے کی کیا بات ہے؟ ہر بیوی کو شوہر کے پاس ہی رہنا چاہیے۔''

''اتنا آسان نہیں قدسیہ آپا.....میں جہلم چھوڑ کر نہیں آ سکتی۔''

جہلم کا نام سن کر مجھے یاد آیا کہ اب ناہید میری شاگرد نہیں تھی۔ ناہید آپا فرخندہ کی بڑی بیٹی تو جہلم پر فیکٹری والوں کی بہو تھی۔ اس کے سسر سعید احمد خاں بڑے اصولوں کے آدمی تھے اور ان کے چھوٹے بھائی رشید جن کی ناہید بیوی تھی، جہلم سے گہری محبت رکھتے تھے وہ بھلا ناہید کو کیونکر جہلم چھوڑنے کی اجازت دیتے۔

''لیکن جہلم چھوڑنے کی ضرورت کیا پیش آئی ناہید؟''

''وہ جی.....بات یہ ہے کہ جواد کے دسویں کے امتحان ہیں۔ بلال بھی ایک سال بعد دسویں کا امتحان دے گا.....نبیلہ آپ جانتی ہیں، تھوڑی سی ایب نارمل ہے۔ اس کی ساس، دیور اور نبیلہ کا شوہر افضل خان ابھی سب لوگ 36۔جی میں ہیں۔ نہ نبیلہ گھرداری کر سکتی ہے نہ سب بچے جی.....پھر بتائیے آپا جی کس کے پاس 36۔جی کا نظام چھوڑ جائیں.....سجاد اور عمر تو خیر.....اپنے فیصلے کر سکتے ہیں لیکن چھوٹی رمضان اور یہ باقی سب ان سب کی ذمہ داری کون اٹھائے؟''

ڈاکٹر ایوب احمد خاں اور ان کے فیصلوں کو سمجھنے کے لیے چند لمحوں کے لیے یہیں توقف کیجیے۔ بڑے لوگوں کی طرح وہ فیصلہ پہلے کرتے تھے اور عمل کی دقتوں پر فکر کیے بغیر نتائج بعد میں بھگتتے تھے۔

ڈاکٹر ایوب بڑے سرجن تھے۔ جب قیام پاکستان سے بہت پہلے انہوں نے ڈاکٹر محمد خاں کی سب سے بڑی بیٹی فرخندہ سے شادی کی تو اس دھوم دھام کی شادی کا چرچا دیر تک خاندان میں رہا کیونکہ اس شادی پر لاہور کے Stiffls ہوٹل سے پیسٹری منگوائی گئی تھی۔ یہ گویا سکھوں کے اکثریتی علاقے میں پڑھے لکھے اور پچھڑے ہونے کا ثبوت تھا۔

لیکن اس فیصلے کے کچھ ہی عرصہ بعد ڈاکٹر ایوب احمد خاں میو ہسپتال کے ہو کر رہ گئے۔ وہ اپنی ڈاکٹری چمکا رہے تھے۔اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہے تھے۔ بیوی کی دلجوئی کے لیے وہ اپنی والدہ کو ذمہ داری سونپ کر بے فکر تھے۔ انہیں علم نہ تھا کہ ڈاکٹر محمد خاں کی سب سے بڑی لاڈلی بیٹی فرخندہ جس کی خاطر بابا جی نے چار خادمائیں رکھی تھیں، جس کے چہرے پر ہلکا سا داغ پڑ گیا تو بابا جی نے فیسرین ایجاد کر ڈالی۔ یہ بیٹی جب روایتی ساس کے پلے پڑی تو سارا لاڈلا پن دھرا کا دھرا رہ گیا۔لکڑیوں کا چولہا جھونکنا، گوبر کی پاتھیاں لگانا، سسرالی رشتوں کو بہ عزت نبھانا اس لاڈلی کے لیے ماؤنٹ ایورسٹ پر چڑھنے کے مترادف تھا۔اس ساری بدسلوکی کے بعد جب ڈاکٹر ایوب تھکے ہارے گھر پہنچتے تو چندری ساس کی طرح ان کی والدہ کہتیں۔

"تیری لاڈلی نے مجھے صبح کا دودھ تک نہیں دیا..... ناشتہ تو یہ کیا دیتی؟"

ایوب بھائی دن بھر کی تھکاوٹ کو Aggression میں بدل دیتے۔ پھر آپا فرخندہ کو تھپڑ تو ایک طرف، لاتوں سے بھی نواز دیا جاتا۔

یہ دوسری جنگ عظیم کا واقعہ ہے۔ ایک روز قبائلی بھائی مکتسر سے اپنی بہن کا حال چال پوچھنے 36۔جی بی آئے تو انہوں نے ڈاکٹر ایوب کی مارپیٹ کا ڈراپ سین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ بس پھر کیا تھا لاڈلی بہن کا یہ ... گھر لوٹے اور بھائیوں کو اس بات پر اکسایا کہ ہر بھائی کے ہاتھ میں ہاکی ہو اور وہ اسی بے دردی سے ... جس طرح کا منظر وہ دیکھ کر آئے ہیں۔ سارے بھائیوں کو یہ گیم اچھی لگی کیونکہ اس سے پہلے وہ سب ہاکیوں سے نائٹ گولف کی کھیل میں مہارت حاصل کر چکے تھے۔

مکتسر جیسے گاؤں میں جہاں سکھ سرداروں کا راج تھا' بابا جی محمد خاں کے بیٹوں نے بابا جی سے بغاوت کے سلسلے ... "ایجاد کیا تھا۔ بابا جی خوفزدہ آدمی تھے۔ وہ بچوں کو سمیٹ سمٹا کر رکھنا چاہتے تھے۔ ذرا سی شرارت پر ... چھڑی سے مارتے اور اماں جی کے سامنے ادھ موا کر دیتے۔ وہ تو اُف تک نہ کر سکتیں لیکن نانی اماں بیچ بچاؤ ... انداز میں مدافعت کرتیں۔

"چھوڑ دے محمد خاں اللہ کا واسطہ تھم جا..... بہت ہوگئی۔"

"اوئے چندریا اقبال تو ہی ہار مان لے..... معافی مانگ لو کھوتو..... پیر پکڑ لے باپ کے۔ ججو..... سن تو سہی محمد ... بھیڑیا۔"

نانی کی منتوں کا جانبین پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ نہ بابا جی کا غصہ اترتا نہ نواسے معافی مانگتے بلکہ ہر مار کے بعد شرارت ... اور انوکھے پن میں اضافہ ہو جاتا۔ ہائی IQ کے بچے تھے۔ تخلیقی کارکردگی ہر وقت راہ جھاتی رہتی۔ اس پر طرہ یہ تھا ... تھے۔ ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتے۔ باقی بھائی تو اپنے طور پر ہی شرارتیں سوچتے ہی تھے لیکن اسحاق بھائی ماسٹر مائنڈ تھے۔ ... شورے اور پوٹاشیم کا آمیزہ بنا کر اس کا گھریلو بم بنانے میں ماہر تھے۔ بجلی کے مین سپلائی کی تاروں پر اپنی تار ... بجلی چرانے کی ریت بھی ان ہی کی ایجاد تھی۔

لیکن سب سے بڑا کام انہوں نے نائٹ گالف organize کر کے کیا۔ رات کے وقت سارے بچے اپنی ہاکیاں ... لے کر بستروں سے چوری چوری کھسکتے۔ بابا جی' دن بھر کے تھکے ہارے بے سدھ خراٹے لیتے رہ جاتے۔

ججو بھائی اور گالف ٹیم کے کھلے میدان میں گھر سے دور گھوڑوں پر جاتے۔ سارا دن گیند کو مٹی کے تیل میں بھگو کر رکھا جاتا۔ رات کو اسے آگ لگا دی جاتی۔ اب ہاکی سٹک سے گھوڑوں پر سوار کھلاڑی گالف کھیلتے۔

یہ پیرا محض اعادے کے لیے رقم کیا کیونکہ مکتسر کی زندگی کے واقعات خود اشفاق صاحب اپنے افسانے "گڈریا" میں لکھ چکے ہیں۔ میں تو فقط اس قدر بیان کرنا چاہتی ہوں کہ سب بھائی اپنی اپنی ہاکی لے کر 36۔جی پہنچے حتیٰ کہ آفتاب بھائی بھی پیچھے پیچھے رنجیدہ خاطر دل برداشتہ چلے آئے لیکن آپا فرخندہ کو اپنے شوہر سے بے پناہ محبت تھی۔ ... منتیں کرتی باہر نکلیں: "بھائی! خدا کے لیے ایک بار اپنے بھائی ایوب کو معاف کر دو۔"

''کر دیں گے لیکن ایک شرط پر۔''

''کیا شرط.....کیسی شرط؟''

''پہلے آپ کو شرط ماننی ہو گی ہماری۔''

بہت لے دے کے بعد آپا نے وعدہ کر لیا اور بھائیوں نے یہ شرط پیش کی کہ وہ اور بھائی ایوب مکتبہ آ... آپا اب وعدہ کر چکنے پر مجبور تھیں۔

جو لوگ خاندانی نظام کے پروردہ ہوں جیسا کہ خاں صاحب تھے انہیں بچوں کے ساتھ رہنے کا ایک ... یا ڈھنگ آتا ہے۔ وہ بچوں کو کبھی خصوصی توجہ نہیں دیتے۔ کبھی ان کی سالگرہ نہیں مناتے۔ ان کی تفریح کا کوئی ... جاتا۔ امتحانوں پر توجہ دینا تو درکنار اگر بچے فرسٹ بھی آ جائیں تو کسی کے منہ سے مبارک باد کا لفظ نہیں نکلتا۔ بچے ... طرح Matter of fact ہوتے ہیں۔ جس قدر توجہ فرد اپنے آپ کو دیتا ہے اتنی ہی توجہ بچے کو ملتی ہے اور ا... خاندانی نظام سر چڑھتا ہے۔

جب اسحاق بھائی ایئر فورس چھوڑ کر مزنگ روڈ منتقل ہوئے تو وہ صحن سے متصل بڑے کمرے میں رہ... فیسرین کریم کو سنبھالنے بہتر بنانے اور مارکیٹ کرنے کے خواب ساتھ لائے تھے۔ جو بابا جی محمد خاں اور ان کی ... باعث پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔

ایک عدد بنیادی غلطی ذکیہ جی سے بھی ہوئی۔ گو یہ غلطی نہ تھی صرف نظریے کا اختلاف تھا۔ ذکیہ جی ... جوش و خروش سے سارہ کی سالگرہ کو جشن صورت منا ڈالا۔ ہم دونوں بھی خراماں خراماں پہنچے۔ گو خاں صاحب ... انہیں علم تھا کہ سالگرہ منانا بابا جی اور اماں جی کی روایات سے کھلم کھلا انحراف ہے۔ وہ ہمیشہ کی طرح شامل بھی ... شمولیت سے باہر بھی تھے کیونکہ انہیں دونوں پارٹیوں کے دل کا خیال تھا۔ خاں صاحب کے دل کی یہی پھانس ان ... فیصلے پر حاوی رہی.....وہ عموماً دو ایسی پارٹیوں کی طرف دار رہے جن کا آپس میں نظریاتی اختلاف تھا۔

اماں جی اس دعوت میں چند لمحوں کے لیے آئیں۔ پھر واصف کے سر پر ہاتھ پھیر کر غائب ہو گئیں۔ بابا ... پارٹی کے وقت دفتر میں چلے گئے اور پھر اندر نہ آئے۔ ہم دونوں نے کچھ کھایا پیا' کچھ ہراساں ہوئے' کچھ چپ... کچھ کیک کٹنے پر تالیاں بجائیں۔ اماں جی سے رخصت چاہی اور ملول سے جو بھائی کو چھوڑ کر آ گئے۔ اس وقت ... جنریشن خصوصی طور پر آمریت پسند تھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی معصوم خوشیوں کے لیے بھی راستہ دینے کو تیار نہ تھی۔ ... درجہ مضبوط تھی کہ بغاوت کے بغیر آزادی کی راہ ملنا ناممکن تھی۔

ابھی تک جہاں خاندان اکٹھے رہنے کے چکر میں ہیں اور جہاں خاندانی نظام چل رہا ہے یہی کیفیت ... آزادی بغیر بغاوت کے نہیں ملتی اور ہر بغاوت سے روایات کی کچھ برجیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ سب سے زیادہ ... درمیانے درجے کے لوگوں کا ہوتا ہے جن قوموں میں درمیانہ طبقہ خوشحال' مطمئن اور پُر وقار ہوتا ہے وہ بڑی ترقی ... ہیں اور خوشحالی سے ہم کنار رہتی ہیں۔

مشکل یہ ہے کہ ہمارے درمیانے طبقے کو اوپر والے طبقے نے شیر آیا' شیر بن کر خوفزدہ کر رکھا ہے۔ اس ...

...م نہیں ہوتیں جس قدر امیر لوگوں سے مستعار لیے ہوئے خواب انہیں پژمردہ کرتے ہیں۔ وہ بڑی کاروں، ...ے سجے سجائے بنگلوں، انگریزی سکولوں میں بچوں کو تعلیم دلانے، بیرون ملک تفریح کی خاطر سیر سپاٹے، بازاروں ... بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ قرضوں کے باوجود اوپر چڑھنا تو ممکن نہیں ہوتا۔ ہاں اپر مڈل کلاس ...Frust کے ہاتھوں جلد ہی لوئر مڈل کلاس میں شامل ہو جاتی ہے۔ Process ہر خاندان میں بقدر ...A دیکھا جا سکتا ہے۔

مجھے اور خاں صاحب کو اس تنزلی سے نجات کچھ تو اوپر والے کی مہربانی سے ملی، دوسرے ہم دونوں اس خواب ... کہ ہمیں فی الحال کچھ اور درکار نہیں اور ہم شیخی خورے بڑے لوگ ہیں۔ شیخی بھی کبھی کبھی بڑی مددگار ثابت ہوتی ... کاموں سے بچانے میں ڈھال کی طرح کام آتی ہے۔ ہم سمن آباد میں رہتے تھے۔ مڈل کلاسیے تھے لیکن شیخی ...ئے رکھا۔

...اصف اور سارہ کے اضافے کے ساتھ ان دنوں ایک اور خوبصورت واقعہ طارق بن افتخار تھا۔ ڈیڈی جی کا سب ...ن دونوں سنٹرل ماڈل سکول میں پڑھتا تھا۔ یہ سکول گورنمنٹ کالج کے نزدیک ایک اچھا تعلیمی ادارہ تھا۔ ان ...ورتیں کو بچوں کی تعلیم کا اس قدر خوف نہ تھا، آپی جی ہر وقت اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے پریشان رہتی تھیں۔ پتہ ...ں ڈیڈی جی کی وجہ سے تھا جنہوں نے بی اے کا امتحان نہ دیا۔ یا پھر وہ سمجھتی تھیں کہ تعلیم ہی وہ ہتھیار ہے جس ... معاشرے میں مقام پیدا نہیں کر سکتا۔

وہ بڑے زور و شور سے طارق، حارث، لبنی کو پڑھاتیں۔ مارنے، جھڑکنے اور گھونسے رسید کرنے سے بھی باز نہ ...تی، خود بھی بچوں کو سختی اور تنظیم سے پڑھاتیں اور طارق اور حارث کو باقاعدگی سے میری خالہ کے پاس ...میں بھیجا کرتیں۔ گویا میری خالہ فیروزہ کا مزاج بڑا ہی نرم تھا اور وہ بڑی سے بڑی غلطی کا جواز خود ہی نکالنے کی

طارق کو جب کبھی آپی جی سودا لینے کے لیے بھیجا کرتیں تو عزیزی طارق تھیلا اور پیسے لے کر میرے پاس ... ہم دونوں مل کر "ٹائم" رسالے کو بنیاد بنا کر بہت سی باتیں کرتے۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں وہ مضامین کو خوب سمجھتا تھا ... ہر دو ان تبصرے کی استعداد رکھتا تھا۔

"میں یہ رسالہ گھر لے جاؤں۔"

"ضرور لے جاؤ ککو۔"

"کل پڑھ کر آؤں گا۔"

"لیکن پہلے ہوم ورک کر لینا۔" میں بزرگوں والی نصیحت کرتی۔

"ضرور..... اُس کی آپ فکر نہ کریں..... میں خوب پڑھوں گا قدسیہ آپا..... لائق بنوں گا....."

طارق بن افتخار سے تھوڑا سا تعارف اس مقام پر ضروری لگتا ہے۔

جب میری شادی ہوئی تھی تو ٹوٹے پھوٹے رواج جو اس وقت ممکن تھے، ان میں سے ایک رواج دلہن کی گود میں

بچہ بٹھانے کا بھی ہوا کرتا تھا۔ اس سے مراد یہ ہوتی کہ اللہ جلد دلہن کو اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔ میری گود میں ایک بچہ طارق بٹھایا گیا.... اور تب ہی سے ہم نے اسے اپنا بیٹا بنا لیا اور ابھی تک وہ کسی نئے شخص سے ہمارا تعارف کراتا ہے حیثیت سے کراتا ہے۔

واقعی طارق بن افتخار نے اپنا ارادہ سچ کر دکھایا۔ خوب محنت کی۔ ہڈیوں کا ڈاکٹر بنا۔ ان دنوں وہ شکاگو میں بہت بڑا سرجن ہے۔ ملک اور خاندان کا نام روشن کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ڈاکٹری کے علاوہ اس کے دو مشغلے ہیں۔ ٹکٹیں جمع کرنا اور تصویریں کھینچنا۔ اس کے پاس بھانت بھانت کے مختلف ممالک کے نئے اور پرانے ٹکٹ ہیں۔ وہ اپنے پیاروں کو یہ ٹکٹیں بڑی رغبت سے دکھاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دیکھنے والے پر عموماً ان ٹکٹوں کو دیکھ کر خوشی وارد ہوتی ہے نہ استعجاب۔ یہی اس جہانِ رنگ و بو کی بوالعجبی اور نیرنگی ہے۔ ہم جس مشغلے میں خود دلچسپی نہیں رکھتے ہمارے لیے بے کار اور تضیعِ اوقات ہے۔ جس شخص کو ٹینس کا شوق نہیں وہ نہ ٹینس کے کھلاڑیوں کو جانتا ہے نہ اس کے رموز ہی سمجھتا ہے۔ جو ہسٹری کا دلدادہ نہیں اس کے لیے پرانے کھنڈر ماضی کی داستان بن کر نہیں ابھرتے.... اللہ نے ساری مخلوق کے لیے ان گنت شوق مشغلے اور مصروفیت کی رنگ پچکاری ہر وقت جاری کر رکھی ہے۔ جو جس رنگ میں رنگ جاتا ہے اس کے لیے بس وہی حقیقت زندہ رہ جاتی ہے۔ باقی ساری مخلوق اور شوق بے کار ہو جاتے ہیں۔

ٹکٹوں کے علاوہ تصویریں کھینچنا اس کا دوسرا محبوب مشغلہ ہے۔

اس میں البتہ احباب دلچسپی لیتے ہیں کیونکہ اپنی تصویر دیکھ کر ہر انسان کی انا پھن اٹھا کر دل ہی دل میں کہتی ہے: "کیوں دیکھا چہرہ۔ ہے کوئی ہم سا تو سامنے آئے۔"

جو جادو آئینے میں ہے وہی سحر تصویر میں بھی ہے۔ انسان اپنی شبیہ سے متاثر ہو کر ایک عجیب قسم کے سرور میں جاتا ہے۔ آپ نے خاں صاحب کی کتابوں کے پچھلے سرورق پر ایک تصویر دیکھی ہوگی جس میں خاں صاحب نے اور میں نے سفید لباس پہن رکھا ہے۔ یہ تصویر شکاگو میں طارق نے بڑی محبت سے کھینچی تھی۔ اس کے علاوہ دو اور بھی ہم کو کھینچی ہیں جو مختلف کتابوں کے پشتوں پر نظر آتی ہیں اور جنہیں قارئین نے بہت پسند کیا ہے۔

میڈیکل کالج کی تعلیم کے دوران ہم کو شاید اس کی ہم جماعت لڑکیوں نے پسند کیا ہو لیکن طارق روایت پسند پٹھان بچہ تھا۔ اس نے اپنی چچا زاد وردہ سے محبت کی اور اسی سے شادی کی۔ وردہ اقبال بھائی کی منفرد لڑکی تھی۔ اس نے ہمیشہ ایسے انفرادی فیصلے کیے جو حیران کن بھی تھے اور فرحت انگیز بھی۔ جب اس کی شادی تو ڈیڈی جی اور آپی جی اس شادی کے حق میں نہ تھے لیکن وردہ کے ارادے کے آگے کسی کی نہ چلی۔ شادی ہوئی نبھی۔

اب وردہ شکاگو کے اس علاقے میں رہائش پذیر ہے جو ڈاکٹروں کی ایک امیر بستی ہے۔ یہاں وردہ پہنتی ہے۔ اس کی جواں سال بیٹی کو بھی حجاب پہنتے ہوئے کئی سال گزر گئے ہیں۔ اس کے گھر کا ماحول سادہ اور اقدار کا حامل ہے۔ میاں بیوی حج کر آئے ہیں۔ ایک مسجد بنوا دی ہے اور باقاعدگی سے دینی کاموں میں مصروف ہیں۔ ان کا بیٹا ارسلان وکیل ہے اور ٹی وی پر ایک ایسا پروگرام کرتا ہے جو امریکی لوگوں کو اسلام کی اقدار لبرل تعلیمات

...سائل سمجھاتا ہے۔

...بری تبدیلی میں جو طارق کی زندگی میں رونما ہوئی اور جو ارسلان' سویرا اور سلطان میں روح بن کر رواں ... تبدیلی کا طارق کے فیصلوں سے کوئی تعلق نہیں۔ خوبصورت سی داڑھی رکھ لینے والا سرجن اپنے کام اور ذاتی ... میں بائیں جھانکنے کا عادی نہیں۔

جب ورداء ٹکو کے ساتھ امریکہ پہنچی تو غریبی کا سفر تھا۔ اس نے گھر پر رہ کر سلائی کی۔ روپیہ بنایا بچایا اور عقل ... غریبی میں عموماً عقل مثبت ٹارچ بن جایا کرتی ہے۔ ورداء کے سلیقے نے ٹکو کو ایف آر سی ایس کرنے کی ... پھر دھیرے دھیرے اپنی منزل تک پہنچنے کا ڈھب سکھایا۔ جب ٹکو سیڑھیاں چڑھ رہا تھا، تو ورداء اس کی ... بے فکر اور آزاد تھی۔ جب طارق کو اس کے آپریشنوں کی داد ملنے لگی۔ نرسوں کے فون' نوجوان بیمار اور تیماردار ... لجاجت بھرے شکریے میں بھیگے ہوئے ہڈی توڑ ہڈی جوڑ ڈاکٹر سے ملاقات کی۔ آرزو سے لبریز فون آنے ... کچھ اور ہو گیا۔ ایسے فون سن کر ٹکو کی انا اس کے نفس کو خاص قسم کا Boost ملتا۔ وہ اوپر والی منزل سے شعر ... سے گاتا نیچے اترتا..... ورداء چونکی ہو جاتی.... عورت کو عموماً اس وقت شوہر کی طرف سے بے اطمینانی زیادہ ملتی ... میں دولت کی ریل پیل ہونے لگے۔ کہیں اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجتی ہے۔ اندر ابلیس کان میں شک کی ... نے لگتا ہے۔ اسے لاشعوری طور پر احساس ہوتا ہے اب تو میرا شوہر دوسری بیوی بھی afford کر سکتا ہے' رکھیل ... میں سے ہے۔ گرل فرینڈز تو روزمرہ ہیں ہی۔

حالانکہ نہ شک کی کوئی وجہ تھی نہ امکانات..... ٹکو پٹھان بچہ روایت پسند تھا۔ میں آپ کو پہلے بتا چکی ہوں خاں ... خاندان میں قیام کے بعد ہوشیار پور تک کے نوجوان ابھرے تھے۔ ایک وہ تھے جنہوں نے روایت کی ویسی ہی ... جیسے ان کے آباؤ اجداد ہوشیار پور تک کرتے آئے تھے۔ اشفاق احمد صاحب' بریگیڈیر اشتیاق' جاوید طارق ... خالق وہ بغاوتی سپاہی تھے جن کی آنکھیں کسی طرح کھل گئی تھیں اور انہیں اپنے خاندان کے علاوہ بھی بہت کچھ ... تھا۔ ٹکو مغرب میں رہنے کے باوجود ابھی تک مشرق سے وابستہ تھا۔ اس کے دل میں ماں کی محبت تازہ چشمے کی ... رہی تھی۔ اس کا دھیان اپنے مرکز سے پرے کہیں نہ جاتا۔

لیکن ورداء کے کان میں شک کی بانسری جب ایک بار بجنے لگی تو اس کی پیدا کردہ کھلبلی سے فرار کہیں نہ تھا۔ ... کی عورت ہے۔ اس نے جلد اس کا حل تلاش کر لیا۔ اسے سوائے مذہب کے اور کہیں پناہ نظر نہ آئی۔ جینز اور بنیان ... گئی۔ حجاب پردہ پوشی اور دور باش کے سلسلے میں پہنا گیا۔ نمازوں کی پابندی' مسجد سے رابطہ' درس کی کلاسوں میں ... کی حضوری میں عاجزی' ورداء کے شکوک نے عجب مثبت رنگ اختیار کر لیا۔

عجیب سی بات ہے۔

انسان عام طور پر جسمانی ساخت کے علاوہ بیرونی طور پر بہت کم بدلا کرتا ہے۔

اصلی تبدیلی اس کے اندر کہیں آتی ہے۔ وہ نئے راستوں' فیصلوں' ارادوں کی وجہ سے پہلے اندر بدلتا ہے پھر اس ... میں تبدیلی در آتی ہے۔